حسن ادب اور
اُس کی اہمیت
تالیف
محدث جلیل ابو المآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی
ناشر
المجمع العلمی
مرکز تحقیقات و خدمات علمیہ
پوسٹ بکس ۱، مئو ۲۷۵۱۰۱ (الہند)

حسن ادب اور اس کی اہمیت

تالیف

محدث جلیل ابو المآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی رح

ناشر

المجمع العلمی

مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ

پوسٹ بکس ۱، مئو ۲۷۵۱۰۱ (الہند)

نام کتاب	:	حسن ادب اور اس کی اہمیت
تصنیف	:	حضرت محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ
صفحات	:	۳۴
سن اشاعت	:	۱۴۲۲ھ = ۲۰۰۱ء
طبع اول	:	ایک ہزار
ناشر	:	المجمع العلمی، مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ، مئو
قیمت	:	

ملنے کا پتہ

مرقاۃ العلوم - پوسٹ بکس نمبر ۱

مئوناتھ بھنجن - ۲۷۵۱۰۱

یوپی انڈیا

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

محدث جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی قدس سرہ العزیز کی یہ گرانقدر تحریر آج سے کم از کم پچاس سال قبل کی ہے، یہ تحریر پہلی بار رسالہ ''دارالعلوم'' دیوبند میں شعبان ۱۳۷۱ھ کے شمارہ میں ایک مضمون کی صورت میں شائع ہوئی تھی، رسالہ ''دارالعلوم'' ہی نے دوبارہ اس کو ذی قعدہ وذی الحجہ ۱۴۱۰ھ کے شمارہ میں شائع کیا، اور تیسری بار یہ تحریر مجلّہ ''المآثر'' جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۱ یعنی محرم، صفر، ربیع الاول ۱۴۱۵ھ کے شمارہ میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اس کی افادیت کے پیش نظر مناسب سمجھا گیا، بلکہ ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کو باقاعدہ کتابی شکل میں شائع کیا جائے، تاکہ زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک یہ پہنچ سکے اور اس کا نفع عام ہو۔

آج ہمارے اخلاق وعادات جس تیزی سے روبہ زوال اور انحطاط پذیر ہیں، وہ ایک نہایت افسوسناک اور تکلیف دہ صورتحال ہے، ہر طرف گراوٹ ہی گراوٹ ہے، زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس میں اخلاقی قدریں زوال وانحطاط کا شکار نہ ہوں۔ اسلامی اخلاق اور اسلامی عادات واطوار تیز رفتاری سے رخصت ہورہے ہیں، اسلامی قدریں پامال ہورہی ہیں، ان کے آثار ونشانات مدھم ہوتے بلکہ مٹتے جارہے ہیں، اور ان کی جگہ مغربی تمدن کے اثرات نمایاں ہورہے ہیں،

مغربیت اپنی جڑیں مضبوط کرتی جارہی ہے۔اورسب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم کو اپنے نقصان کی خبراور سودوزیاں کا احساس ہی نہیں ہے۔

یہ رسالہ اسی اخلاقی انحطاط کو دیکھتے ہوئے لکھا گیا ہے،اور اس میں مدارس دینیہ کے طلبہ اور حاملین علوم نبوت کو بطور خاص خطاب کیا گیا ہے، چنانچہ مصنف علام حضرت محدث جلیل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا دوسرا نام ''الھـــــدیۃ السنیۃ لطلاب العلوم الدینیۃ'' بھی رکھا ہے، کیونکہ یہ مدارس روشنی کے منار ہوتے ہیں، یہاں سے علم وادب کی شعاعیں پھوٹتی ہیں، یہ مدارس صرف تعلیمی ادارہ نہیں، تہذیبِ اخلاق کا مرکز اور تربیت کا گہوارہ ہوتے ہیں۔مگر افسوس کہ آج ان کو بھی نظر بد لگ گئی ہے،ان کی اخلاقی حالت جس طرح زوال آمادہ ہے،اس پر جس قدر بھی آنسو بہایا جائے کم ہے۔ادب وتمیز،تہذیب وشائستگی،متانت وسنجیدگی اور حلم ووقار ہر چیز کا فقدان ہوتا جارہاہے۔ایسے میں ضرورت ہے کہ اصلاح کے لیے مؤثر کوشش کی جائے، ان کی حالت کو سنبھالنے اور ان کے اخلاق وعادات کو سنوارنے کا کام کیا جائے۔ یہ رسالہ اس مقصد کے حصول کے لیے انشاءاللہ نہایت مؤثر ثابت ہوگا۔اردو زبان میں اپنی نوعیت کا یہ منفرد رسالہ ہے،نہایت بصیرت افروز، سبق آموز اور نصیحت انگیز۔ ان مختصر صفحات میں پند وموعظت اور درس وبصیرت کا خزانہ بھرا ہوا ہے،اس کی ایک ایک سطر میں علم وادب کا دریا موجزن ہے،اور اس کا ایک ایک لفظ خون جگر میں ڈبو کر لکھا گیا ہے۔اللہ تعالی اس کو مفید ونافع اور حصول مقصد کے لیے مؤثر بنائیں،اساتذہ وطلبہ اور عام مسلمانوں کو اپنے اخلاق سنوارنے اور اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کی توفیق مرحمت فرمائیں، اور اس کے مؤلف کو اجر جزیل وجمیل عطا فرمائیں، آمین یا رب

العالمین۔

پیش نظر رسالہ کو ڈھائی تین برس پیشتر کمپوزنگ کے لیے دیا گیا تھا، لیکن کمپوزنگ کے بعد جب یہ سامنے آیا تو اغلاط سے اس قدر پُر تھا کہ دیکھ کر ہوش اڑ گئے، بڑی مشکل سے اس کی تصحیح کرائی گئی، اور جگہ جگہ پیوند کاری کرنے کے بعد کسی طرح پریس کے حوالے کرنے کے قابل بنایا گیا، مگر باایں ہمہ اہتمام وتوجہ غلطیوں کے باقی رہنے کا اندیشہ موجود ہے، لہٰذا قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس سلسلہ میں عفو ودرگذر سے کام لیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اس کو امت کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید اور نفع بخش بنائے، آمین۔

بڑوں کا ادب واحترام اور اساتذہ وشیوخ کا اکرام وخدمت گزاری اوران کا پاس ولحاظ ہمیشہ سے اکابرِ دین وعلمائے سلف کا امتیازی وصف رہا ہے، مگر آج آزادی کے غلط تصور اور مغرب زدگی کے اثر سے یہ چیزیں رفتہ رفتہ ختم ہو رہی ہیں۔ آج سے پچیس تیس سال پہلے ہمارے دینی مدارس کے طلبہ میں جو شائستگی وتہذیب، جو متانت و سنجیدگی اور جو ادب واحترام پایا جاتا تھا آج اس کی جھلک بھی کہیں مشکل ہی سے نظر آتی ہے، یہ کمی بڑی افسوس ناک کمی ہے۔ علوم دینیہ کے حاملین کو اسلامی تہذیب، اسلامی آداب، اور اسلامی اخلاق کا حامل ہونا چاہئے، ہمارے لئے ہمارے اکابر واسلاف کی روش قابل تقلید ہے۔ اسی میں ہماری عزت وسربلندی ہے اور اسلاف کی مستحسن روش ہی پر چل کر ہم اسلام کے تقاضے کو پورا کر سکتے ہیں، ہمارے مذہب نے جس طرح عقائد وعبادات اور معاملات کے سبق ہم کو بتائے ہیں، اسی طرح اس نے ہم کو آداب بھی سکھائیں ہیں۔ نیک روش، اچھے چال چلن، اور عمدہ طور طریق کی تعلیم بھی دی ہے اور دوسرے امور دین کے ساتھ ساتھ ادب ووقار سیکھنے اور سکھانے کی تاکید بھی کی ہے۔ آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ان الهدى الصالح والسمت الصالح والاقتصاد جزء من خمسة وعشرين جزء من النبوة (رواه

احمد) عمدہ روش، اچھے انداز اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے یعنی یہ چیزیں انبیاء علیہم السلام کے عادات وخصائل میں سے ہیں۔ اسی لئے علماء نے فرمایا ہے: **یسن ان یتعلم الادب والسمت والفضل والحیاء وحسن السیرۃ شرعاً وعرفاً** (الآداب الشرعیہ ص ۴۷۲ ج۱) یعنی ادب ووقار فضل وحیا اور حسن سیرت سیکھنا شرعاً وعرفاً مسنون ہے۔

نیز حدیث نبوی میں وارد ہے: **لان یؤدب الرجل ولدہ خیر له من ان یتصدق بصاع** (ترمذی) آدمی اپنی اولاد کو ادب سکھائے تو یہ ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ اور فرمایا: **مانحل والد ولداً من نحلة افضل من ادب حسن** کسی باپ نے اپنی اولاد کو عمدہ ادب سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا اور ارشاد ہے کہ بیٹے کا ایک حق باپ پر یہ بھی ہے کہ اس کو اچھا ادب سکھائے، (عوارف) ایک اور حدیث میں ہے **تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه** (طبرانی) علم سکھو اور علم کے لئے سکون ووقار سیکھو اور جس سے استفادہ کرو اس کے لئے تواضع کرو اس مضمون کا ایک اثر بھی حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ (الآداب الشرعیہ ص ۱۵ ج ۲، ص ۲۵۴ ج ۱) حضرت عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ: **تادبوا ثم تعلموا** (الآداب الشرعیہ ص ۵۵۷ ج ۳) ادب سیکھو پھر علم سیکھو، ابو عبد اللہ بلخیؒ نے فرمایا: **ادب العلم اکثر من العلم** علم کا ادب علم سے زیادہ ہے، امام ابن المبارک نے فرمایا کہ آدمی کسی قسم کے علم سے باعظمت نہیں ہوسکتا جب تک اپنے عمل کو ادب سے مزین نہ کرے۔ حضرت علیؓ آیت کریمہ **قوا انفسکم واھلیکم نارا،** کی تفسیر

ادبـو هـم وعلـمو هم سے فرماتے تھے، یعنی اپنے اہل واولاد کو آگ سے بچانے کا مطلب یہ بیان فرماتے تھے، کہ ان کو ادب سکھاؤ اور تعلیم دو۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ مجھ سے مخلد بن الحسین نے فرمایا کہ ہم بہت ساری حدیثوں کے سننے اور پڑھنے سے زیادہ محتاج ادب سیکھنے کے ہیں۔ (الآداب الشرعیہ ص ۵۵۸ ج ۳) حضرت حبیب ابن الشہید (جو امام ابن سیرین کے شاگرد ہیں) اپنے لڑکے سے کہا کرتے تھے کہ بیٹے! فقہاء وعلماء کی مجلسوں میں بیٹھ کر ان سے ادب سیکھو یہ چیز میرے نزدیک بہت ساری حدیثوں کے جاننے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض نے بعض طلبہ حدیث کی کچھ خفیف حرکتیں دیکھیں تو فرمایا کہ اے وارثان انبیاء تم ایسے رہو گے؟ حضرت وکیع نے بعض طلاب کی کچھ نازیبا باتیں اور حرکتیں سنیں اور دیکھیں تو فرمایا کہ کیا حرکت ہے؟ تم پر وقار لازم ہے۔ (آداب شرعیہ ص ۲۴۳ ج ۱) ایک بار عبداللہ بن مبارکؒ سفر کر رہے تھے لوگوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا بصرہ جا رہا ہوں، لوگوں نے کہا اب وہاں کون رہ گیا ہے جس سے آپ حدیث نہ سن چکے ہوں۔ فرمایا ابن عون کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے ان کے اخلاق اور ان کے آداب سیکھوں گا۔ عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں کہ ہم بعض علماء کی خدمت میں علم حاصل کرنے نہیں جاتے تھے بلکہ صرف اس مقصد سے حاضری دیتے تھے کہ ان کی نیک روش ان کا طرز و انداز سیکھیں گے۔ علی بن المدینی وغیرہ متعدد ائمہ حدیث یحییٰ بن سعید قطان کے پاس بعض اوقات صرف اس لئے حاضر ہوتے تھے کہ ان کی روش وانداز دیکھیں۔ اعمش کہتے ہیں کہ طالبین علم فقہ (استاذ) سے ہر چیز سیکھتے تھے حتیٰ کہ اس کی

سی پوشاک اور جوتے پہننا سیکھتے تھے۔ (آداب) حضرت امام احمد کی مجلس میں پانچ ہزار سے زائد آدمی شریک ہوتے تھے جن میں سے صرف پانچ سو کے قریب آدمی تو ان سے حدیثیں سن کر لکھتے تھے اور باقی سب لوگ ان سے حسن ادب اور وقار و متانت سیکھتے تھے۔ (آداب ص ۱۳ ج ۲)

ادب سیکھنے اور سکھانے کی اس اہمیت کو واضح کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی آداب کی بھی تھوڑی سی تفصیل پیش کر دی جائے اور اسی کے ساتھ ساتھ استاذ کا مرتبہ، عالم کا حق اور ان کے اجلال و احترام کے احکام بھی ذکر کر دیئے جائیں۔

استاذ کا مرتبہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی بتا دیا میں اس کا غلام ہوں وہ چاہے مجھے بیچے یا آزاد کر دے یا غلام بنائے رکھے۔ امام زرنوجی نے اس کو ذکر کرنے کے بعد خود فرمایا ہے:

رأیت أحق الحق حق المعلم   وأوجبه حفظاً علی کل مسلم

سب سے زیادہ واجب الرعایت اور ضروری حق ہر مسلمان کے ذمہ معلم (استاذ) کا حق میں نے پایا۔

لقد حق ان یهدی الیه کرامة   لتعلیم حرف واحد الف درهم

وہ اس لائق ہے ایک حرف بتانے کی قدر دانی میں اس کو ایک ہزار درہم ہدیہ پیش کیا جائے۔

''شرح الطریقة المحمدیة'' میں ایک حدیث بھی بایں الفاظ مذکور

ہے: من علم عبداً آية من كتاب الله فهو مولاه لا ينبغی ان يخذله و لا يستاثر عليه احداً یعنی جو کسی کو قرآن پاک کی ایک آیت سکھا دے وہ اس کا آقا ہے اس کو کبھی اس کی مدد نہ چھوڑنی چاہیئے نہ اس پر کسی کو ترجیح دینی چاہئے۔ ناچیز کہتا ہے کہ اس حدیث کی اسناد عوارف المعارف میں یوں مذکور ہے:

"اخبرنا الشيخ الثقة ابوالفتح محمد بن سليمان قال انا ابوالفضل حميد قال انا الحافظ ابونعيم قال ثنا سليمان بن احمد قال ثنا انس بن اسلم قال ثنا عتبة بن رزين عن ابي امامة الباهلي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (عوارف علی ہامش الاحیاء ص ۱۲۸)

اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ (ص ۱۲۸/۱۲)

"شرح الطريقة المحمدية" میں یہ بھی مذکور ہے کہ استاذ کا حق ادا کرنے کو ماں باپ کا حق ادا کرنے پر مقدم جانے۔ اس کے بعد یہ واقعہ لکھا ہے کہ جس وقت امام حلوانی بخارا چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے تو امام زرنجری کے علاوہ ان کے سب شاگرد سفر کر کے ان کی زیارت کو گئے، امام زرنجری ماں کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے نہ جا سکے مدت کے بعد جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے غیر حاضری پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے یہی معذرت پیش کی، امام حلوانی نے فرمایا کہ خیر تم کو عمر تو ضرور نصیب ہوگی مگر درس نصیب نہ ہوگا یعنی درس میں برکت اور بکثرت لوگوں کا ان کے درس سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کا حلقہ درس کبھی نہ جما۔ الآداب الشرعیہ میں ہے و ذكر بعض الشافعية في كتابه فاتحة العلم

ان حقہ آکد من حق الوالد (ج ۱ ص ۴۹۶) یعنی بعض شوافع نے اپنی کتاب فاتحۃ العلم میں لکھا ہے کہ معلم کا حق باپ کے حق سے زیادہ مؤکد ہے۔

استاذ اور ہر عالم کے حقوق

امام خیراخری نے فرمایا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد کے ذمہ یکساں ہی ہے اور وہ یہ ہے:

۱۔ بے علم یا شاگرد عالم یا استاذ سے پہلے بات شروع نہ کرے،

۲۔ اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔

۳۔ اس کی بات غلط بھی ہو تو رد نہ کرے۔

۴۔ اس کے آگے نہ چلے۔

تعلیم المتعلم میں ہے کہ استاذ کی تعظیم و توقیر میں یہ بھی داخل ہے

۱۔ کہ اس کے پاس مباح گفتگو بھی زیادہ نہ کرے۔

۲۔ جس وقت وہ تھکا ماندہ ہو اس وقت اس سے کوئی سوال نہ کرے۔

۳۔ لوگوں کو مسائل بتانے یا تعلیم دینے کا کوئی وقت اس کے یہاں مقرر ہے تو اس وقت کا انتظار کرے۔

۴۔ اس کے دروازے پر جا کر دروازہ نہ کھٹکھٹائے بلکہ صبر و سکون کے ساتھ اس کے از خود برآمد ہونے کا انتظار کرے۔

''شرح الطریقۃ المحمدیۃ'' میں منقول ہے کہ جو آدمی علم و فضل میں بڑا ہو اس سے یہ کہنا بھی بے ادبی ہے کہ نماز کا وقت آ گیا ۔ یا یہ کہ چلئے نماز پڑھ

لیں (یعنی جب کہ یہ کہنا اس بات کا موہم ہو کہ اس کو نماز کا خیال نہیں ہے تم کو بہت خیال ہے یہ ایہام بے ادبی ہے)

''شرح الطریقه'' میں یہ بھی منقول ہے کہ استاذ کا ہاتھ چومنا بھی داخل تعظیم ہے اور ابن الجوزی نے مناقب اصحاب الحدیث میں لکھا ہے:

ینبغی للطالب ان یبالغ فی التواضع للعالم ویذل نفسه له ومن التواضع للعالم تقبیل یده یعنی طالب علم کے لئے زیبا ہے کہ عالم کے لئے تواضع میں مبالغہ کرے اور اپنے نفس کو اس کے لئے ذلیل کر دے اور عالم کے لئے تواضع کی ایک صورت اس کا ہاتھ چومنا بھی ہے۔ (آداب شرعیہ ج۲ ص۲۷۲)

استاذ کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کے آنے جانے کے وقت شاگرد کھڑا ہو جائے، استاذ و عالم کے لئے قیام کا جواز بلکہ استحباب آداب شرعیہ میں بھی مذکور ہے اور اس باب میں امام نووی کا ایک مستقل رسالہ ہے۔ شرح الطریقہ میں یہ بھی ہے کہ شاگرد کو استاذ کی کوئی رائے یا تحقیق غلط معلوم ہوتی ہو تو بھی اس کی پیروی کرے جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کے قصے سے ثابت ہے۔

استاذ کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کے سامنے تواضع سے پیش آئے، چاپلوسی کرے، اس کی خدمت کرے، اس کی مدد کرے اور علانیہ و خفیہ اس کے لئے دعا کرتا رہے (شرح الطریقہ)

امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے: **ینبغی ان یتواضع للمعلم و یطلب الثواب والشرف بخدمته** (ج۱ ص۳۸) چاہیئے کہ معلم کے لئے تواضع

کرے اور اس کی خدمت کر کے شرف وثواب کمائے اس کے بعد ایک حدیث نقل کی ہے: لیس من اخلاق المومن التملق الا فی طلب العلم یعنی مومن کے اخلاق میں تملق (چاپلوسی) کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے مگر طلب علم کی راہ میں (رواہ ابن عدی من حدیث معاذ و ابی امامة باسنادین ضعیفین)

تعلیم المتعلم میں ہے کہ استاذ کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کی اولاد اور متعلقین کی بھی توقیر کرے۔ (ص ۷) ترغیب وترہیب منذری میں حدیث مرفوع ہے: تواضعوا لمن تعلمون منہ یعنی جس سے علم حاصل کرو اس کے لئے تواضع کرو۔ فردوس دیلمی کے حوالہ سے ایک حدیث نبوی منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''بڑوں کے آگے چلنا کبائر میں سے ہے، بڑوں کے آگے کوئی ملعون ہی چل سکتا ہے۔ پوچھا گیا یارسول اللہ بڑوں سے کون مراد ہیں؟ فرمایا علماء وصلحاء، مراد یہ ہے کہ ان کی عظمت ومنزلت کا لحاظ نہ کر کے استخفافاً آگے چلنا مذموم و قابل نکیر ہے۔ ''شرح الطریقة المحمدیة ''میں ہے کہ علم کے زوال کا ایک سبب معلم کے حقوق کی رعایت نہ کرنا بھی ہے اور فرمایا کہ استاذ کو جس شاگرد سے تکلیف پہنچے گی وہ علم کی برکت سے محروم رہ جائے گا۔

کسی اور عالم کا قول ہے کہ جو شاگرد اپنے استاذ کو نامشروع امر کا ارتکاب کرتے دیکھ کر اگر اعتراض و بے ادبی سے کیوں؟ کہہ دے گا تو فلاح نہ پائے گا یعنی نامشروع پر ٹوکنے کے لئے بے ادبی مباح نہیں ہے، دوسرے سے تنبیہ کرائے یا خود ادب واحترام کے ساتھ استفسار کی صورت میں کہے یا اس طرح کہے کہ نصیحۃً مسلم معلوم ہو۔

اجلال علم وعلماء

ابوداؤد میں مروی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھے مسلمان اور عالم وحافظ قرآن اور بادشاہ عادل کی عزت کرنا خدا کی تعظیم میں داخل ہے، الآداب الشرعیہ میں بروایت ابی امامہ یہ حدیث مرفوع منقول ہے کہ تین باتیں خدا کی تعظیم کی فرع ہیں۔ اسلام میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے والے کی توقیر اور کتاب اللہ کے حامل کا احترام اور صاحب علم کا اکرام خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ (ج۱ص ۲۵۶) اسی کتاب میں حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ:

من السنة ان یوقر اربعة العالم وذو الشیبة والسلطان والوالد

یعنی عالم اور بوڑھے اور بادشاہ اور باپ کی توقیر سنت ہے۔ ایک اور حدیث مرفوع میں اہل علم کے استخفاف کو منافق کا کام بتایا گیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج۱ص ۱۲۷)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو ہم میں کے بڑے کی عزت نہ کرے اور چھوٹے پر رحم نہ کھائے اور عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے:

اتفقوا علی ایجاب توقیر اهل القرآن والاسلام والنبی ﷺ وکذالك الخلیفة والفاضل والعالم

یعنی حاملین قرآن واسلام اور نبی ﷺ اسی طرح خلیفہ وقت اور فاضل و عالم کی توقیر کو واجب قرار دینے پر اجماع ہے۔ (الآداب الشرعیہ ج۱ص ۴۹۵)

امام مالک فرماتے ہیں کہ ہارون رشید نے میرے ساتھ آدمی بھیج کر سماع حدیث کی خواہش ظاہر کی، میں نے کہلا بھیجا کہ علم کے پاس لوگ آتے ہیں وہ لوگوں کے پاس نہیں جایا کرتا۔ رشید یہ جواب پاکر خود آئے اور آکر میرے ساتھ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے میں نے کہا:

''یا امیر المؤمنین ان من اجلال الله اجلال ذی الشیبة المسلم''

یعنی خدا کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کا احترام کیا جائے، ہارون کھڑے ہو گئے پھر میرے سامنے شاگردانہ انداز سے بیٹھے، ایک مدت کے بعد پھر ملاقات ہوئی تو کہا **یا ابا عبد الله تواضعنالعلمك فانتفعنا به** ہم نے آپ کے لئے تواضع کیا تو ہم نے اس سے نفع اٹھایا۔ (آدب شرعیہ ج ۲ ص ۵۵)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ خلیفہ مہدی جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور امام مالک ان کے پاس سلام کو گئے تو مہدی نے اپنے دونوں لڑکوں ہادی اور رشید کو امام مالک سے حدیث سننے کا حکم دیا۔ جب شہزادوں نے امام مالک کو طلب کیا تو انھوں نے آنے سے انکار کر دیا، مہدی کو اس کی خبر ہوئی اور اس نے ناراضی ظاہر کی تو امام نے فرمایا کہ **العلم اهل ان یوقر ویوتی اهله** یعنی علم اس بات کا حقدار ہے کہ اس کی توقیر کی جائے اور اس کے اہل کے پاس آیا جائے، اب مہدی نے خود لڑکوں کو امام صاحب کے پاس بھیجا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو شہزادوں کے اتالیق نے امام سے خواہش ظاہر کی کہ آپ خود پڑھ کر سنا دیں۔ امام نے فرمایا کہ جس طرح بچے پڑھتے ہیں اور معلم سنتا ہے

اسی طرح اس شہر کے لوگ محدث کے پاس حدیثیں پڑھتے ہیں جہاں خطا ہوتی ہے محدث ٹوک دیتا ہے مہدی کو اس کی بھی خبر پہنچائی گئی اور اس نے اس پر بھی اظہار عتاب کیا تو امام مالک نے مدینہ کے ائمہ سبعہ کا نام لے کر فرمایا ان تمام حضرات کے یہاں یہی معمول تھا کہ شاگرد پڑھتے تھے اور وہ حضرات سنتے تھے یہ سن کر مہدی نے کہا توانہیں کی اقتداء ہونی چاہیئے اور لڑکوں کو حکم دیا کہ جاؤ تم خود پڑھو، لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ (آداب شرعیہ ج ۲ ص ۵۵)

ایک مرتبہ امام احمد کسی مرض کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، اثنائے گفتگو میں ابراہیم بن طہمان کا ذکر نکل آیا، ان کا نام سنتے ہی امام احمد سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ یہ نازیبا بات ہوگی کہ نیک لوگوں کا مذکور ہو اور ہم ٹیک لگائے رہیں۔ (آداب شرعیہ ج ۲ ص ۲۶)

اجلال علم و تعظیم استاد کا لحاظ پہلے لوگوں میں

۱۔ امام شعبی کا بیان ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ سوار ہونے لگتے تو حضرت ابن عباس رکاب تھام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ (صحابی) نے مجاہد (تابعی) کی رکاب تھامی۔ امام لیث بن سعد امام زہری کی رکاب تھامتے تھے۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کی ہیبت ہم پر ایسی تھی جیسی بادشاہ کی ہوتی ہے اور یہی حال امام مالک کے شاگردوں کا امام مالک کے ساتھ تھا۔ ربیع کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی نظر کے سامنے ان کی ہیبت کی وجہ سے مجھے کبھی

پانی پینے کی جرات نہیں ہوئی۔ (آداب شرعیہ ج ۱ ص ۲۵۶)

۲۔ثابت بنانی حضرت انسؓ کے شاگرد اور تابعی ہیں یہ جب حضرت انسؓ کی خدمت میں جاتے تو انکے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔اس لئے حضرت انسؓ اپنی لونڈی سے کہا کرتے تھے کہ ذرا میرے ہاتھوں میں خوشبو لگا دے، وہ آئے گا تو بے ہاتھ چومے نہ مانے گا (مجمع الزوائد ۱/۱۳۰)

۳۔سفیان بن عیینہ اور فضیل بن عیاض دونوں بزرگ حسین جعفی کے شاگرد تھے۔ایک نے حسین کا ہاتھ دوسرے نے پاؤں چوما۔(آداب شرعیہ ج ۲ ص ۲۷۲) ۴۔امام احمدؒ نے داؤد بن عمرؒ کی رکاب تھامی تھی۔

۵۔خلف احمر کا بیان ہے کہ امام احمد میرے پاس ابوعوانہ کی مرویات سننے کے لئے آئے۔میں نے بہت کوشش کی کہ ان کو بلند جگہ پر بیٹھاؤں مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تو آپ کے سامنے ہی (شاگردوں کی جگہ) بیٹھوں گا۔ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم جس سے علم حاصل کریں اس کے لئے تواضع کریں۔(آداب شرعیہ ج ۲ ص ۲۵)

۶۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کسی صحابی کے پاس کسی حدیث کا پتہ چلتا تو میں خود ان کے دروازے پر حاضر ہوتا تھا، وہ اگر سوئے ہوئے ہوتے تو میں باہر ہی اپنی چادر سر تلے رکھ کر پڑ جاتا اور دھول پھانکتا رہتا، جب وہ برآمد ہوتے اور فرماتے کیسے تشریف لائے، آپ نے آدمی بھیج کر بلوا کیوں نہ لیا تو میں کہتا میں ہی اس کا حقدار ہوں کہ حاضری دوں۔(آداب شرعیہ ج ۲ ص ۲۷)

۷۔حضرت ابراہیم نخعی نے حماد بن ابی سلیمان (استاذ امام ابوحنیفہؒ) کو ایک دن بازار سے گوشت لانے کے لئے بھیجا، راستہ میں اتفاق سے ان کے والد مل گئے جو سواری پر چلے آرہے تھے، حماد کے ہاتھ میں زنبیل دیکھ کر انہوں نے ان کو بہت

ڈانٹا اور زنبیل چھین کر پھینک دی، لیکن جب نخعی کے انتقال کے بعد طالبین حدیث حماد کے دروازے پر حاضر ہوئے اور دستک دی تو حماد کے والد ہی ہاتھ میں شمع لے کر آئے طلبہ نے کہا ہم آپ کے پاس نہیں آئے بلکہ آپ کے صاحبزادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، وہ الٹے پاؤں اندر واپس آئے اور حماد سے کہا کہ بیٹا تم ان لوگوں سے پاس جاؤ میں سمجھ گیا کہ زنبیل ہی نے تم کو یہاں تک پہنچایا۔ (تقدمۃ نصب الرایہ ص ۳۴)

۸۔ حماد بن سلیمان کی ہمشیرہ عاتکہ کہتی ہیں کہ امام ابوحنیفہ ہمارے گھر کی روئی دھنتے تھے، ہمارا دودھ اور ترکاری خریدتے تھے اور اسی طرح کے اور بہت سے کام کرتے تھے۔ اس واقعہ کو نقل کر کے علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ طالب علمی میں اسلاف اس طرح خدمت گذاری کرتے تھے اور اسی سے انہوں نے علم کی برکت پائی۔ (تقدمۃ ص ۳۴)

۹۔ خلال نے روایت کی ہے کہ امام احمد ایک بار حضرت وکیع کی خدمت میں آئے، اس وقت ان کے پاس علمائے کوفہ کی ایک جماعت حاضر تھی امام احمد ادبا وتواضعاً وکیع کے سامنے بیٹھ گئے۔ لوگوں نے کہا کہ شیخ تو آپ کی بہت عزت کرتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ وہ میری عزت کرتے ہیں تو مجھ کو بھی تو ان کی تعظیم واحترام لازم ہے۔ (آداب ج ۲ ص ۴)

۱۰۔ امام ابوعبید فرماتے ہیں کہ میں کبھی کسی محدث کے دروازے پر حاضر ہوا تو اطلاع بھجوا کر داخلہ کی اجازت نہیں منگائی بلکہ بیٹھا انتظار کرتا رہا تا آنکہ وہ خود برآمد ہوئے، میں نے ہمیشہ قرآن پاک کی اس آیت سے جو ادب مستفاد ہوتا ہے اس پر نظر

رکھی (ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیر الھم) یعنی کاش وہ لوگ صبر کرتے تا آنکہ آپ باہر نکلتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ (آداب شرعیہ ج ۲ ص ۴)

۱۱۔ صاحب ہدایہ فرماتے تھے کہ بخارا کے ایک بہت بڑے امام اپنے حلقہ درس میں درس دے رہے تھے مگر اثنائے درس میں کبھی کبھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میرے استاذ کا لڑکا گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ کھیلتے کھیلتے وہ کبھی مسجد کے دروازے کے پاس بھی آجاتا ہے تو میں اس کے لئے بقصد تعظیم کھڑا ہو جاتا ہوں (تعلیم المتعلم ص ۷)

۱۲۔ قاضی فخر الدین ارسابندی مرو میں رئیس الائمہ تھے۔ بادشاہ وقت بھی ان کا بے حد احترام کرتا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے یہ منصب صرف استاذ کی خدمت کے طفیل میں پایا ہے، علاوہ اور خدمتوں کے تیس برس تک میں اپنے استاذ قاضی ابو زید دبوسی کا کھانا پکایا کرتا تھا اور کبھی اس میں سے کھاتا نہ تھا

۱۳۔ خلیفہ ہارون نے اپنے لڑکے کو علم وادب کی تعلیم کے لئے امام اصمعی کے سپرد کر دیا تھا، ایک دن اتفاقاً ہارون وہاں جا پہنچے۔ دیکھا کہ اصمعی اپنے پاؤں دھور ہے ہیں اور شاہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے۔ ہارون نے بڑی برہمی سے فرمایا کہ میں نے تو اس کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ اس کو ادب سکھائیں گے، آپ نے شہزادہ کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی گرائے اور دوسرے ہاتھ آپ کا پیر دھوئے

استاذ کے ساتھ عقیدت

۱۴۔ حضرت مرزا جان جاناں نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضل

سے حاصل کی تھی، مرزا صاحب کا بیان ہے کہ تحصیل علم سے فراغت پانے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ جو پندرہ برس تک آپ کے عمامہ کے نیچے رہ چکی تھی مجھے عنایت فرمائی، میں نے رات کے وقت گرم پانی میں وہ ٹوپی بھگو دی۔ صبح کے وقت وہ پانی املتاس کے شربت سے زیادہ سیاہ ہوگیا تھا، میں اس کو پی گیا۔ اس پانی کی برکت سے میرا دماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا رسا ہوگیا کہ کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی (مقامات مظہری ص ۲۹)

بات چیت میں تمیز اور ادب کی تعلیم

۱۵۔ سلطان نظام الدین اولیاء کا ارشاد ہے کہ ہمارے پیر حضرت فرید گنج شکر کے پاس عوارف المعارف کا جو نسخہ تھا اس کا خط باریک تھا اور غلط بھی بہت تھا۔ شیخ جب اس کو سامنے رکھ کر فرماتے تو جگہ جگہ کچھ غور کرنا اور رکنا پڑتا تھا مجھے یاد آیا کہ شیخ کے بھائی نجیب الدین متوکل کے پاس عوارف کا بہت عمدہ و صحیح نسخہ موجود ہے لہٰذا میں نے اس کو شیخ سے کہا شیخ کو یہ بات گراں گذری، چند دفعہ فرمایا کہ جی ہاں اس فقیر کو غلط نسخہ کی تصحیح کی لیاقت نہیں ہے۔ پہلے تو میں نہیں سمجھا لیکن جب میری سمجھ میں آیا کہ میری نسبت یہ فرما رہے ہیں تو میں کھڑا ہوگیا اور اپنے سر سے ٹوپی اتار کر اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا اور عرض کیا کہ معاذ اللہ میری یہ غرض نہ تھی بلکہ میں نے وہ نسخہ دیکھا تھا، یاد آ گیا آپ سے عرض کر دیا لیکن میری معذرت کچھ مؤثر نہیں ہوئی۔ شیخ کے بشرہ سے ناخوشی کا اثر بالکل پہلے جیسا ظاہر ہوتا تھا۔ میں سخت حیرانی و

پریشانی کی حالت میں مجلس سے باہر آیا۔ اس دن جو غم مجھ کو تھا وہ کسی کو روزی نہ ہو۔ جی چاہتا تھا کہ کنویں میں گر کے جان دے دوں۔ میرے اس اضطراب کی خبر شیخ کے صاحبزادہ مولانا شہاب الدین کو ہوئی، وہ مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ انہوں نے میرا حال بہت اچھے انداز میں شیخ سے بیان کیا، اس وقت شیخ خوش ہوئے اور مجھ کو بلا کر بڑی شفقت و مہربانی کا اظہار فرمایا اور ارشاد کیا کہ:

''یہ سب میں نے تمہاری حالت کے کمال کے لئے کیا تھا کہ پیر مشاطہ مرید ہے''

اس کے بعد شیخ نے اپنی خاص پوشاک سے مجھ کو سرفراز فرمایا (اخبار الاخیار ص ۶۹)

۱۶۔ امام احمد کے پاس حضرت عبداللہ بن المبارک کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) آئے تو امام نے ان کی طرف تکیہ بڑھا دیا اور ان کی بڑی عزت کی۔ امام احمد کا معمول تھا کہ کوئی قابل عزت آدمی آتا تو اپنا تکیہ (یا مسند) اس کی طرف بڑھا دیتے تھے۔ ایک بار ابو ہمام آپ کے پاس سواری پر آئے تو امام نے رکاب تھام لی۔ (آداب شرعیہ ج ۱ ص ۴۷۰)

۱۷۔ ایک بار حضرت وکیع امام سفیان ثوری کے لئے تعظیماً کھڑے ہوئے تو انہوں نے اعتراض کیا، حضرت وکیع نے فرمایا کہ آپ ہی نے یہ حدیث نبوی مجھے سنائی ہے۔ (ان من اجلال اللہ اجلال ذی الشیبۃ المسلم) امام سفیان ثوری خاموش ہو گئے اور وکیع کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ (آداب شرعیہ ج ۱ ص ۴۶۵)

۱۸۔ محدث کبیر امام ابوزرعہ نہ کسی کے لئے کھڑے ہوتے تھے نہ اپنی جگہ پر کسی کو بیٹھاتے تھے، مگر محدث ابن دارہ کے لئے یہ دونوں کام کرتے تھے۔ (آداب ج ا ص ۲۶۸م)

۱۹۔ سلیمان بن عبدالملک امیر المومنین جب حج کو گئے تو اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لیکر عطاء ابن رباح کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے حضرت عطاء اس وقت نماز پڑھ رہے تھے سلیمان بیٹھے انتظار کرتے رہے، جب عطاء فارغ ہوئے تو انہوں نے سلیمان کی طرف رخ بھی نہیں کیا سلیمان اسی طرح مناسک حج پوچھتے رہے جب پوچھ چکے تو اپنے بیٹوں سے کہا اٹھو چلو، پھر کہا بیٹو! سوال کرنے میں سستی نہ کرو میں اس حبشی غلام کے سامنے اپنے ذلیل ہونے کو نہیں بھول سکتا۔ (صفتہ الصفوۃ ص ۱۱۹ ج ۲)

۲۰۔ سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ جلالت وعظمت میں علم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے ابن داب انساب واخبار کے حافظ تھے اور خلیفہ ہادی کے ندیم مگر اس کے ساتھ یا اس کے سامنے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ سبب پوچھا گیا تو کہا کہ میں ایسی جگہ کھانا نہیں کھاتا جہاں ہاتھ نہ دھو سکوں۔ (خلفاء وملوک کے سامنے ہاتھ دھونا دربار کے آداب کے خلاف تھا) ہادی کو معلوم ہوا تو اس نے ان کو اپنے سامنے ہاتھ دھونے کی اجازت دی۔ چنانچہ اور سب لوگ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد باہر جا کر ہاتھ دھوتے تھے، اور ابن داب ہادی کے سامنے ہاتھ دھویا کرتے تھے۔ (معجم الادبا ص ۱۵۵ ج ۱۶)

۲۱۔ حاکم خراسان عبداللہ بن طاہر کے صاحبزادے طاہر اپنے باپ کی

زندگی میں حج کو آئے تو اسحاق بن ابراہیم نے اپنے گھر پر علمائے مکہ کو مدعو کیا تا کہ طاہر ان سے مل لے اور ان سے کچھ کچھ پڑھے، اس دعوت کو اور سب لوگوں نے تو قبول کرلیا اور ہر قسم کے اہل علم شریک مجلس ہوئے مگر ابوعبید نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ (العلم یقصد) یعنی علم کے پاس خود آنا چاہئے۔ اسحاق اس جواب پر خفا ہو گیا اور عبداللہ بن طاہر کی طرف سے ابوعبید کو جو دو ہزار درہم ماہانہ وظیفہ ملتا تھا اس کو بند کر دیا اور ابوعبید کے جواب کی اطلاع ابن طاہر کے پاس بھیج دی ابن طاہر کو جب یہ اطلاع پہونچی تو اس نے اسحاق کو لکھ بھیجا کہ ابوعبید نے بالکل سچی بات کہی ہے اور آج سے میں ان کا وظیفہ دو چند کرتا ہوں تم اس پر عمل کرو اور ان کا بقایا ادا کر دو۔ (معجم الادبا ص ۲۶۱ ج ۱۶)

تذکرۃ السامع کی ایک فصل کا خلاصہ قاضی القضاۃ امام بدرالدین بن جماعۃ نے تعلیم وتعلم کے آداب اور استاد وشاگرد کے باہمی برتاؤ کے باب میں ایک نہایت جامع اور نفیس کتاب لکھی ہے اس کے تیسرے باب کی دوسری فصل کا عنوان یہ ہے:

(الفصل الثانی فی آدابه مع شیخه وقدوته ومایجب علیه من عظیم حرمته)

ترجمہ: دوسری فصل استاد ومقتدا کے ساتھ ادب اور اس احترام عظیم کے بیان میں جو شاگرد پر واجب ہے، یہاں پر ہم اسی فصل کے مضامین کا خلاصہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) لازم ہے کہ شاگرد اپنے جملہ امور میں اپنے استاد کا مطیع ومنقاد رہے اس کی رائے وتدبیر سے باہر نہ ہو جس طرح بیمار حکیم حاذق کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی طرح

اپنے کو اس کے ہاتھ میں دیدے، جس بات کا قصد کرے اس میں اس سے مشورہ کرے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے اس کے احترام میں مبالغہ کرے اور اس کی خدمت کو قرب خداوندی کا موجب جانے، اور یقین کرے کہ استاذ کے سامنے ذلیل ہونا عزت ہے، اس کے لئے جھکنا فرض ہے اور اس کے لئے تواضع سر بلندی۔

امام شافعیؒ کو کسی نے ملامت کی کہ علماء کے لئے اس قدر تواضع کیوں کرتے ہیں تو فرمایا:

اهين لهم نفسی فهم يكرمونها ولن تكرم النفس التی لا تهينها

یعنی میں اپنے کو ان کے آگے ذلیل کرتا ہوں تو میری عزت افزائی کرتے ہیں، اور جس نفس کو تو ذلیل نہ کرے اس کی عزت نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابن عباسؓ نے باوجود اپنی بزرگی و مرتبہ کے (خاندان نبوت سے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی) حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی رکاب اپنے ہاتھ سے تھامی اور فرمایا کہ ہم کو اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنے کا حکم ملا ہے حضرت امام احمد (باوجود اپنی دینی و علمی عظمت و امامت کے) جب خلف احمر لغوی کی مجلس میں جاتے تو فرماتے کہ میں آپ کے سامنے ہی بیٹھوں گا (شاگردوں کی طرح بیٹھوں گا برابر نہیں بیٹھ سکتا) ہم کو یہی حکم ہے کہ جس سے علم سیکھیں اس کے لئے تواضع کریں۔

(۲) اپنے استاذ کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھے اور اس کے کمال کا پختہ اعتقاد رکھے سلف میں بعض حضرات یہ دعا کرتے تھے کہ خداوندا میرے استاذ کا

عیب مجھ پر ظاہر نہ ہو کہ اس سے مبادا بے اعتقادی پیدا ہو کر میرے پاس سے اس کے علم کی برکت جاتی رہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے سامنے ورق بھی بہت آہستہ الٹتا تھا کہ اس کی آواز ان کو سنائی نہ دے۔ امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرأت نہیں ہوئی۔

خلیفہ مہدی کا کوئی لڑکا قاضی شریکؒ کے پاس آیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا پھر اس نے ایک حدیث پوچھی۔ شریکؒ نے کچھ توجہ نہیں کی اس نے پھر پوچھا، انہوں نے پھر توجہ نہیں کی تب اس نے کہا کہ آپ خلفاء کی اولاد (شہزادوں) کی بے حرمتی کرتے ہیں شریک نے فرمایا کہ ہاں مگر علم اللہ کے نزدیک اس سے کہیں برتر ہے کہ میں اس کو برباد کروں۔

اپنے استاد کو دور سے نہ پکارے اور **یا سیدی** اور **ایھا العالم، ایھا الحافظ** کہہ کر پکارے، عربی میں جمع کا صیغہ (**ما تقولون**) اور (**ما رایکم**) اختیار کرے اس کی غیبت میں بھی تعظیمی القاب کے ساتھ اس کا ذکر کرے تنہا نام نہ لے۔

(۳) اس کا حق پہچانے اور کبھی اس کا احسان نہ بھولے امام شعبہ کا ارشاد ہے کہ میں ایک حدیث بھی کسی سے سن لیتا ہوں تو اس کی زندگی بھر کے لئے اس کا غلام بن جاتا ہوں تعظیم استاذ میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اس کی غیبت کرے تو تم تردید کرو اور استاذ کی حمایت کرو، اور اگر یہ نہ کرسکو تو اس مجلس سے اٹھ جاؤ۔ **وینبغی ان یدعو لہ مدۃ حیاتہ ویرعی ذریتہ واقاربہ اوداۂ بعد وفاتہ یتعمد زیارۃ**

قبره والاستغفار له والصدقة عنه ويسلك في السمت والهدى مسلكه ويراعي في العلم والدين عادته ويقتدي بحركاته وسكناته في عاداته وعباداته

یعنی شاگرد کو چاہئے کہ استاذ کی زندگی بھر استاذ کے لئے دعا کرے اور مرنے کے بعد اس کی اولاد اور رشتہ داروں اور اس کے دوستوں کا لحاظ کرے اور بالقصد اسکی قبر کی زیارت اس کے لئے استغفار اور اس کی طرف سے صدقہ کرے اور اس کے چال ڈھال کی پیروی کرے علم ودین میں اس کی عادات کا لحاظ اور خواہ عبادت ہو یا عادت ہر ایک میں اس کے حرکات وسکنات کی اقتداء کرے۔

جس طرح کہ امام ابو داوُدؒ امام احمدؒ کے اور وہ وکیعؒ کے اور وہ سفیانؒ کے اور وہ منصورؒ اور وہ ابراہیم نخعیؒ کے اور وہ علقمہؒ کے اور وہ حضرت ابن مسعودؓ کے اور وہ رسول خدا ﷺ کے مشابہ تھے نشست وبرخاست میں، رفتار وگفتار میں۔

(۴) استاد سے سخت مزاجی یا بدخلقی بھی صادر ہو تو صبر کرے اور اس کی وجہ سے اس کے پاس آنے جانے میں یا عقیدت میں فرق نہ پڑنے پائے لازم ہے کہ اس کے فعل کی کوئی عمدہ تاویل کرے اور اپنی حرکت سے توبہ واستغفار کرنا ظاہر کرے اسی میں شاگرد کی دنیا وآخرت کا نفع ہے۔ امام معافی بن عمران نے فرمایا کہ جو عالم پر خفا ہوتا ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے جو جامع مسجد کے کھمبوں پر خفا ہو۔

ابن عینیہ سے کسی نے کہا کہ یہ طالب علم لوگ اتنی دور دور سے آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ ان پر خفا ہوتے ہیں کہیں وہ آپ کو چھوڑ کر چل نہ دیں۔ ابن

عینیہ نے کہا وہ تمھارے ہی جیسے احمق ہوں گے اگر ہماری بدخلقی کی وجہ سے اپنے نفع
کی چیز چھوڑ دیں۔

امام ابو یوسف نے فرمایا کہ انسان پر عالم کی مدارات واجب ہے یعنی اس کی
تندی سختی وغیرہ کو اپنی نرمی سے دفع کرنا۔

(۵) استاذ کوئی اچھی بات بتائے یا کسی بری بات پر تنبیہ کرے تو اس کی شکر
گذاری ضروری ہے اور وہ جب کوئی نکتہ بتائے تو تمھیں اگر پہلے سے وہ معلوم ہے
جب بھی یہ ظاہر نہ کرو کہ یہ تو مجھ کو پہلے سے معلوم ہے۔

(۶) استاذ کے دروازہ پر ادب کے ساتھ آہستہ دستک دے پہلے ناخنوں
سے دستک دے نہ کام چلے تو انگلیوں سے ہاں اگر دور رہتا ہو تو بقدر ضرورت دستک کی
آواز بڑھا سکتا ہے۔ استاد کے پاس گیا اور وہاں کچھ لوگ اس سے بات کرر ہے ہوں،
اور اس کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو یہ جلدی سے اٹھ کر چلا آئے الا یہ کہ استاذ خود مزید ٹھہر
نے کے لئے کہے، استاذ سو رہا ہے تو اس کو جگائے نہیں بلکہ انتظار کرے حضرت ابن
عباس حضرت زید کے دروازہ پر بیٹھے ان کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ لوگ کہتے کہ جگا
دیا جائے تو فرماتے کہ نہیں حالانکہ کبھی کبھی دیر تک انتظار کرنے کی وجہ سے دھوپ کی
تکلیف برداشت کرنا پڑتی۔

(۷) استاذ کے سامنے نہایت ادب سے بیٹھے جس سے تواضع و خضوع اور
سکون و خشوع مترشح ہوتا ہو اور ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو بلا ضرورت دائیں بائیں
اوپر نیچے نہ دیکھے کوئی شور سن کر مضطرب نہ ہو جائے۔ استاذ کے پاس بیٹھا ہوا آستین نہ

چڑھائے، ہاتھ پیر سے نہ کھیلے، داڑھی اور منھ پر ہاتھ نہ رکھے، ناک نہ کریدے، دانتوں پر ناخن سے نہ مارے۔ زمین پر ہاتھ نہ ٹیکے، اس پر لکیر نہ بنائے، انگلی نہ چٹخائے، گھنڈی یا بٹن سے نہ کھیلے، اس کے سامنے کسی چیز سے ٹیک نہ لگائے، کسی چیز پر ہاتھ ٹیک کر نہ بیٹھے، ہاتھ پر ٹیک لگائے پیچھے کو جھکا ہوا نہ رہے، اس کی طرف پیٹھ یا پہلو نہ کرے، زیادہ بات نہ کرے بے ضرورت کھنکھارے نہیں نہ تھوکے، نہ بلغم نکالے چھینکے تو منھ چھپا کر کے بہت آہستہ سے۔

حضرت علیؓ کی نصیحتیں طلباء کو

حضرت علیؓ نے حقوق عالم کے باب میں جو نصیحتیں کی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ عالم کو کوئی کام پیش آئے تو تم اس کا کام کرنے کیلئے سب سے آگے بڑھو، اس کی مجلس میں آہستہ آہستہ باتیں کرو، خدا کے واسطے اس کی توقیر کرو اس سے لغزش ہو جائے تو اس کی معذرت قبول کرو۔

دوسرے بزرگوں نے فرمایا کہ استاذ کے پہلو میں نہ بیٹھو، وہ کہے تب بھی نہ بیٹھو، مگر جب جانو کہ نہ بیٹھنے سے اس کو صدمہ ہوگا تب مضائقہ نہیں ہے۔

(۸) اس کے ساتھ بڑے ادب سے گفتگو کرے علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے لم (کیوں) نہ کہے اسی طرح لانسلم (ہم نہیں مانتے) یامن نقل ھذا (اس کو کس نے نقل کیا ہے) یااین موضعہ (یہ کہاں لکھا ہے) یہ الفاظ نہ بولے۔

بعض سلف نے فرمایا کہ جو اپنے استاذ سے لم (یہ کیوں؟) کہے وہ کبھی

فلاح نہیں پائے گا، استاد سے بات کرنے میں اس کا خیال رکھے کہ اس طرح کے الفاظ نہ آنے پائیں کہ سمجھا؟ ہے نا؟ وغیرہ۔

(۹) جو بات تم کو معلوم ہو اس کو بھی استاذ کی زبان سے اس طرح سنو جیسے تمھیں معلوم نہ تھی اور اس کی طلب تھی اور اس پر خوشی کا اظہار کرو بلکہ اگر اس کو شروع کرنے کے بعد تم سے پوچھے کہ تم کو معلوم ہے تو یوں جواب دو کہ حضرت کی زبان سے اس کو سننا چاہتا ہوں یا جناب جو بات فرمادیں گے وہ زیادہ صحیح ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰) استاذ کو کوئی خط، درخواست یا استفتاء وغیرہ تہ کیا ہوا نہ دے کہ اس کو کھولنے کی زحمت ہو، اسی طرح کوئی کتاب دے تو الٹی نہ دے، کوئی خاص مقام دکھانا ہو تو وہ مقام نکال کر دے اور جگہ بتادے، استاذ کوئی چیز دیتا ہو تو اس طرح نہ لے کہ خود استاذ کو ہاتھ بڑھانا یا کھسکانا پڑے، اسی طرح کوئی چیز اس سے لینے کے لئے کھسک کر نہ جائے بلکہ کھڑے ہو کر، اور اپنے پیر یا ہاتھ وغیرہ سے استاذ کے کپڑوں کو نہ دبائے، قلم دے تو روشنائی میں ڈبو کر، دوات سامنے رکھے تو کھول کر، استاذ کے سامنے خود مصلیٰ پر نہ بیٹھے، استاذ مجلس سے کھڑا ہو تو فوراً اسکا جوتا پیش کرے یا سیدھا کرے، یا کسی اعانت کا محتاج ہو تو اس کی اعانت کے لئے شاگردوں کو مبادرت کرنی چاہئے۔

(۱۱) استاذ کے ساتھ رات کو آگے اور دن کو پیچھے چلے مگر جب کہ اس کے خلاف میں کوئی دوسری مصلحت ہو تو خلاف میں مضائقہ نہیں۔ نامعلوم مقامات میں جیسے کیچڑ کی جگہ نابدان نالی وغیرہ کے پاس خود آگے بڑھ جائے آگے چلے تو ہر تھوڑی

دیر کے بعد مڑ کر استاذ کو دیکھ لے استاذ کی رائے غلط بھی ہو تو یہ نہ کہے کہ غلط ہے یا یہ رائے ٹھیک نہیں ہے بلکہ اس طرح کہے مجھ کو یوں کرنے میں مصلحت معلوم ہوتی ہے۔ (تذکرۃ السامع والمتکلم از ص ۸۷ تا ۱۱۲)

الآداب الشرعیہ ص ۱۷۹ ج ۲ میں ابن الجوزی کے حوالہ سے چند آداب مذکور ہیں ازاں جملہ یہ کہ جب محدث کوئی ایسی حدیث بیان کرے جس کو سامع (طالب علم) پہلے سے جانتا ہے تو اس کو اس میں مداخلت نہ کرنی چاہئے حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی بعض نوجوان مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتے ہیں اور میں اس کو اس طرح سنتا ہوں جیسے وہ میرے کان میں نہیں پڑی ہے، حالانکہ میں اس کو اس نوجوان کی پیدائش سے پہلے سن چکا ہوں ابن وہب بھی اپنی عادت یہی بیان کرتے تھے حضرت عطا کی مجلس میں ایک شخص نے ایک حدیث بیان کرنا شروع کی ایک دوسرا شخص بیچ میں دخل دینے لگا تو انہوں نے فرمایا: ماهذه الاخلاق ما هذه الاخلاق میں تو بعض آدمیوں کی زبانی ایک حدیث سنتا ہوں اور اس کو بیان کرنے والے سے زیادہ جانتا ہوں پھر بھی اس طرح سنتا ہوں جیسے مجھے کچھ معلوم نہیں (صفۃ الصفوۃ ص ۱۲۱ ج ۲)

خالد بن صفوان نے کہا کہ جب تمھارے سامنے کوئی آدمی تمہاری سنی ہوئی حدیث یا جانی ہوئی خبر بیان کرے تو یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ میں اس کو جانتا ہوں اس میں شرکت نہ کرو مثلاً بیچ بیچ میں بول نہ پڑو کہ ایسا کرنا خفیف حرکت اور بے ادبی ہے۔

ازانجملہ یہ ہے کہ جب طالب علم کو کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو صبر کرے تا

آنکہ استاذ کی بات ختم ہو،اس کے بعد ادب اور نرمی سے پوچھے درمیان میں ان کی بات نہ کاٹے۔ایک حکیم نے اپنے لڑکے کونصیحت کی کہ حسن کلام کی طرح حسن استماع بھی سیکھنے کی ضرورت ہے اور حسن استماع یہ ہے کہ متکلم کواپنی بات پوری کرنے کی مہلت دواور اپنا منھ اور اپنی نگاہ اس کی طرف متوجہ رکھواور کوئی بات تمہیں معلوم بھی ہو تو دخل مت دو،خاموشی سے سنو

ازانجملہ یہ ہے کہ دوسرے سے کوئی مسئلہ یا بات پوچھی جارہی ہوتو تم مجیب نہ بن جاؤ۔لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا(ایاك اذاسئل غيرك أن تكون المجيب)خبردار دوسرے سے سوال ہوتو تم مجیب نہ بنوابن بطہ کہتے ہیں کہ میں ابوعمر زاہد کی مجلس میں تھا کسی نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا میں نے پیش قدمی کرکے جواب دیدیا تو ابوعمر نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ آپ فضولیات کے ماہر معلوم ہوتے ہیں یہ سن کر میں بہت شرمندہ ہوا۔

اسی کتاب''الآداب الشرعیۃ''میں مذکور ہے کہ ابوعبید فرماتے تھے کہ علم کا شکریہ بھی ہے کہ تم جب کسی سے علمی مذاکرہ کرواور اس مذاکرہ سے تم کو نئے معلومات حاصل ہوں تو بعد میں جب کبھی ان معلومات کا ذکر آجائے تو تم کو صاف صاف کہنا چاہئے کہ مجھے ان کی نسبت کچھ معلوم نہ تھا تا آں کہ فلاں سے مذاکرہ ہوا تو اس نے مجھے یہ بتایا ایسا کروگے تو علم کا شکریہ ادا ہوگا اس طرح نہ بیان کرو کہ گویا تم اپنی طرف سے یہ تحقیق بیان کررہے ہو۔(ص۱۷۹ج۲)

اسی کتاب میں امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ اس علم کوکوئی حکومت اور عزت

نفس سے حاصل کرکے فلاح نہ پائے گا۔ہاں جو اس کو ذلت نفس اور عسرت برداشت کرکے اور علم کی خدمت اور تواضع کرکے حاصل کرے وہ فلاح پائے گا۔ (آداب ص۲۷ ج۱)
اصمعی سے منقول ہے کہ جو آدمی شاگردی کی ذلت تھوڑی دیر برداشت نہ کرے، وہ جہالت کی ذلت میں عمر بھر گرفتار رہے گا۔ ابن المعتز نے کہا کہ جو طالب متواضع ہوگا اسی کو زیادہ علم حاصل ہوگا جس طرح پست جگہ میں زیادہ پانی اکٹھا ہوتا ہے۔ حضرت زین العابدینؒ مسجد میں آتے تو انبوہ میں گھس کر زید بن اسلم (حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام) کے حلقہ میں جا بیٹھتے۔ کسی نے ٹوکا تو فرمایا کہ علم کی شان یہی ہے کہ اس کے پاس آیا جائے اور طلب کیا جائے جہاں کہیں بھی ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن امام اعمش کسی طالب علم پر غضبناک ہو گئے، دوسرے طالب علم نے کہا مجھ پر اس طرح خفا ہوتے تو میں ان کے پاس پھر نہ آتا۔ یہ سنکر امام اعمش نے کہا کہ تمھاری طرح وہ بھی احمق ہے کہ میری کج خلقی کی وجہ سے اپنے نفع کی چیز چھوڑ بیٹھے۔ (آداب ص۲۸، ۲۹ جلد ۲) علامہ ابن الجوزی نے فرمایا کہ اپنے سے زیادہ عمر یا علم والے کی موجودگی میں تحدیث نہ کرے۔ امام شعبی جب ابراہیم نخعی کے ساتھ ہوتے تھے تو ابراہیم کلام نہیں فرماتے تھے۔ امام سفیان ثوری نے ابن عیینہ سے ایک بار فرمایا کہ آپ حدیث کیوں نہیں سناتے؟ یعنی روایتِ حدیث کا مشغلہ کیوں نہیں اختیار کرتے تو انھوں نے کہا کہ آپ جب تک زندہ ہیں اس وقت تک تو یہ نہ کروں گا۔ حضرت سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ میں عہدِ نبوی میں لڑکا تھا جو سنتا تھا محفوظ ہو جاتا تھا۔ یعنی معلومات کی کمی نہیں ہے مگر میں خاموش رہتا ہوں کہ مجھ سے معمر صحابہ موجود ہیں۔ ابن ہبیرہ نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ نو عمروں کیلئے شیوخ کی توقیر ضروری ہے۔ (الآداب الشرعیہ ص۱۴۷ ج۲)

ابن معین نے فرمایا کہ جو شخص ایسے شہر میں حدیث بیان کرے (حلقہ تحدیث قائم کرے) جہاں اس سے بہتر محدث موجود ہو وہ احمق ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جس شہر میں علی بن مسہر جیسا محدث موجود ہو وہاں میں محدث بنوں تو میں اس لائق ہوں کہ میری داڑھی مونڈ دی جائے۔ (آداب ص ۷۰ ج ۲) بہت اختصار کے ساتھ چند متفرق باتوں کو یکجا کر کے میں نے یہاں پیش کیا ہے اگر استیعاب کا ارادہ کیا جائے تو بہت طوالت ہو جائے گی۔

وفی هذا القدر كفاية

دست کار اہل شرف

(جدید اور اضافہ شدہ اڈیشن)

اس کتاب میں ان علماء وفضلاء اور صالحین واولیاء کے حالات وواقعات تحریر فرمائے گئے ہیں، جو پارچہ بافی کے پیشہ سے وابستہ تھے، تاریخ وتذکرہ کے مستند حوالوں سے بھرپور، وسعت مطالعہ اور وفور علم کا عجیب وغریب نمونہ۔

کتاب کے آخر میں شامل ہے

﴿ضمیمہ﴾

دنیا میں پارچہ بافی کے مرکز

جو معلومات کا ایک گنجینہ ہے، اپنے موضوع پر حیرت انگیز اور منفرد تصنیف ہے۔

صفحات :

قیمت :

ناشر : المجمع العلمی، مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ، مئو

ملنے کا پتہ

مرقاۃ العلوم - پوسٹ بکس نمبر ا

مئوناتھ بھنجن - ۲۷۵۱۰۱

(یوپی - انڈیا)

الاعلام المرفوعہ فی حکم الطلقات المجموعہ

ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک طلاق واقع ہوگی یا تین۔ غیر مقلدوں نے اس کو ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنادیا ہے، اور اس پر ایک عرصہ سے شور وغوغا مچا رکھا ہے۔ حضرت محدث کبیرؒ نے اپنی اس تصنیف میں ان کے دلائل کے تار و پود بکھیر کر رکھ دئے ہیں اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ غیر مقلدوں کی دلیلوں کی حیثیت تارِ عنکبوت سے زیادہ نہیں۔ تین کے وقوع پر قرآن وحدیث اور صحابہ وتابعین کے آثار وفتاویٰ کا انبار لگا دیا ہے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی قوت تحریر نے اس اہم اور نازک مسئلہ کو بالکل واضح اور بے غبار کر دیا ہے، یہ کتاب وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل کرتی ہے۔

صفحات : ۱۱۵

قیمت : ۲۵ روپے

ناشر : المجمع العلمی، مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ، مئو

ملنے کا پتہ

مرقاۃ العلوم - پوسٹ بکس نمبر ۱

مئوناتھ بھنجن - ۲۷۵۱۰۱

(یوپی - انڈیا)

انساب وکفاءت کی شرعی حیثیت

یہ کتاب حضرت محدث کبیرؒ کے علم وفضل اوران کے قلم کا حیرت انگیز نمونہ ہے۔ حدیث وتفسیر اور فقہ وتاریخ کے مستند حوالوں اور پر مغز وناقابل تردید دلائل کا بہترین مرقع، دریا بکوزہ کی زندہ مثال، ایک نادرۂ روزگار تحریر، ایک بے نظیر تصنیف، اپنے موضوع پر قول فیصل۔

صفحات : ۱۲۴

قیمت : ۳۵روپے

ناشر : المجمع العلمی، مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ، مئو

ملنے کا پتہ

مرقاۃ العلوم-پوسٹ بکس نمبر۱

مئوناتھ بھنجن-۲۷۵۱۰۱

(یوپی-انڈیا)

تحقیق اہل حدیث

لفظ اہل حدیث کے استعمال اور اس کی تاریخ پر ناقدانہ ومحققانہ تبصرہ۔ اس لفظ کے استعمال میں اور اس کو اپنی جماعت پر چسپاں کرنے میں غیر مقلدین نے کیا کیا چالیں چلی ہیں، اس کا نہایت بصیرت افروز تجزیہ۔ حضرت محدث کبیرؒ کی جودت فکر ونظر اور قادر الکلامی اور قوت استدلال و قوت تحریر کا شاہکار۔ اپنے موضوع پر دلچسپ، نادر اور عبرت خیز تحریر۔

صفحات : ۵۲

قیمت : ۱۵روپے

ناشر : المجمع العلمی، مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ، مئو

ملنے کا پتہ

مرقاۃ العلوم۔ پوسٹ بکس نمبر ۱

مئوناتھ بھنجن۔۲۷۵۱۰۱

(یوپی۔انڈیا)

حیات ابوالمآثر

محدث کبیر محقق جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی قدس سرہ العزیز کے احوال وسوانح پر حضرتؒ کی تحریروں اور دیگر حوالوں سے مدلل ایک بیش قیمت اور جامع دستاویز۔

خوبصورت ٹائٹل، معیاری کاغذ اور عمدہ کتابت وطباعت سے آراستہ، ۷۳۲ صفحات پر مشتمل ۹۰ سالہ حیات مبارکہ کے تابندہ نقوش۔

قیمت:- ۳۰۰ روپے، رعایت کے ساتھ ۲۰۰ روپے صرف۔

(نوٹ):- ۲۲۵ روپے منی آرڈر سے بھیجنے پر کتاب بذریعہ رجسٹری روانہ کی جائے گی۔

ناشر : المجمع العلمی، مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ، مئو

ملنے کا پتہ

مرقاۃ العلوم- پوسٹ بکس نمبر ۱

مئوناتھ بھنجن- ۲۷۵۱۰۱

(یوپی- انڈیا)